عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۵ | ۱۸ تا ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۱۰

اعتکاف کے مسائل و احکام

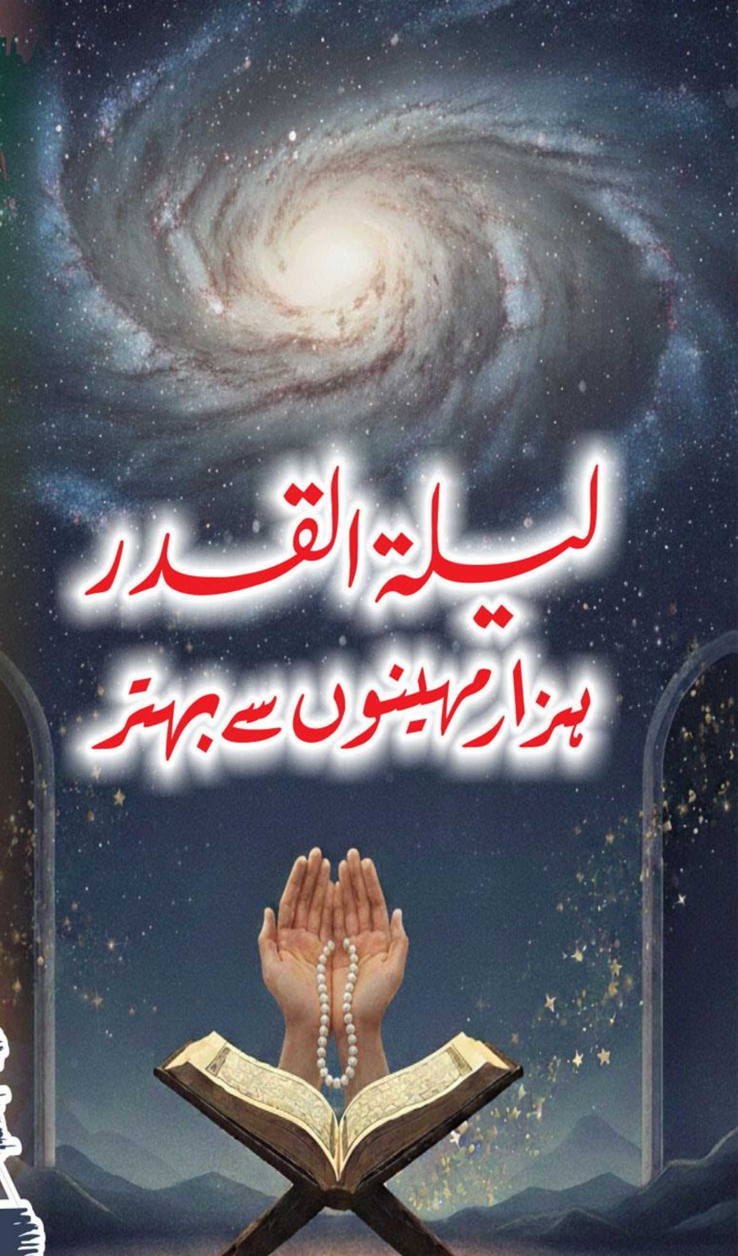

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

شاعر اسلام سید سلمان گیلانی کی رحلت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org

www.amtkn.com
Email:editorkn@yahoo.com

مسافرت میں روزے کا حکم

س:......میرا بیٹا اپنے آفس کی طرف سے یوگنڈا گیا ہے، وہاں پاکستانی کھانا نہیں ملتا۔ اس لئے سحری افطاری کرنا بڑا مشکل ہے تو کیا اس کو سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ چھوڑنا صحیح ہے یا پھر اس کا کوئی کفارہ وغیرہ دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:......اگر پندرہ یا زیادہ دنوں کے لئے گیا ہے تو وہ مسافر نہیں بلکہ مقیم کہلائے گا اور شرعاً اس کے ذمہ تمام روزوں کا رکھنا ضروری ہے۔ سحری، افطاری کا جس طرح چاہے انتظام کرے، روزہ نہیں رکھے گا تو گناہگار ہوگا اور اس کے ذمہ ان چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا بھی لازم ہوگی۔ ہاں اگر پندرہ دن سے کم مدت کے لئے گیا ہے تو وہ مسافر ہے، اس لئے وہ نماز بھی قصر پڑھے گا اور روزہ چھوڑنے کی بھی شرعاً اجازت ہوگی، مگر رمضان کے بعد اسے ان روزوں کی قضا رکھنی ہوگی۔

دائمی مریض کے لئے روزہ کا فدیہ دینا

س:......میں ساٹھ سال کی ہوں اور پیٹ میں گیس کی مریضہ ہوں اور یہ مرض کئی سالوں سے ہے، جب گیس ہوجاتی ہے تو شدید درد اور بے چینی ہو جاتی ہے اور یہ جب تک دور نہیں ہوتی تب تک کہ میں دوائی یا بوتل وغیرہ نہ پی لوں۔ ایسی حالت میں روزہ رکھنا میرے لئے بہت مشکل ہے، کیا میں اس کے بدلہ فدیہ دے سکتی ہوں اور ایک روزہ کا کتنا فدیہ ہوگا؟

ج:......اگر آپ کا مرض اس قدر زیادہ ہے کہ روزہ رکھنا ممکن نہیں، رمضان میں یا رمضان کے علاوہ کسی بھی موسم میں خواہ ایک ایک کرکے وقفہ کے ساتھ ہو تو آپ روزہ کے بدلہ فدیہ دے سکتی ہیں۔ ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۃ الفطر کے برابر ہے۔ اسی طرح حساب کرکے تیس روزوں کا فدیہ دے دیں، لیکن اگر آپ آئندہ کبھی صحت مند ہوجائیں اور روزہ رکھنا آپ کے لئے ممکن ہوجائے تو یہ فدیہ کالعدم ہوجائے گا اور آپ کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا اور چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا بھی لازم ہوگی۔

نابالغ بچوں کے مال پر زکوٰۃ

س:......کیا چھوٹے بچوں کے لئے بینک میں رکھے گئے پیسوں پر زکوٰۃ ہوگی؟ بچوں کی نیت سے پیسہ اکاؤنٹ میں رکھا ہوا ہے کہ اُن کی پڑھائی، شادی بیاہ وغیرہ کے کام آئے گا، کیا چھوٹے بچوں پر زکوٰۃ ہے؟

ج:......نابالغ بچہ یا بچی کے پاس اگر مال ہو تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ بالغ نہیں ہوجائے اور جب وہ بالغ ہوجائیں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے نابالغ بچوں کی مِلک میں اگر رقم دے دی جائے تو وہ اس رقم کے مالک ہوں گے اور زکوٰۃ جب وہ بالغ ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان پر فرض ہوگی۔

س:......اسی طرح بچوں کے لئے پلاٹ، فلیٹ یا دکان وغیرہ خرید لی جائے تو کیا اس پر زکوٰۃ ہوگی؟

ج:......اگر بچوں کی ضرورت کے لئے خریدا ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

س:......اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور نقد پچاس ہزار ہیں تو زکوٰۃ کس طرح دینی ہوگی؟ صرف پچاس ہزار پر یا ایک تولہ سونا بھی شامل کریں گے، کیونکہ سونا تو ساڑھے سات تولہ نصاب سے کم ہے؟

ج:......اگر کسی کے پاس کچھ سونا ہو اور اس کے ساتھ کچھ چاندی ہو یا نقد رقم ہو یا پھر کچھ مالِ تجارت ہو تو ان دونوں یا زیادہ جنسوں کو جمع کرکے اندازہ کریں اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر نصاب بنتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے پچاس ہزار کے ساتھ ایک تولہ سونا کو جمع کریں اور اس کی مجموعی مالیت پر زکوٰۃ ادا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد: ۴۵ — ۱۸ تا ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۲۶ء — شمارہ: ۱۰

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجید قریشی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شاعرِ اسلام سیّد سلمان گیلانیؒ کی رحلت	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اعتکاف کے مسائل واحکام	۷	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۵	مولانا حافظ عبدالودود شاہد
لیلۃ القدر.... ہزار مہینوں سے بہتر	۱۷	مولانا مفتی محمد وقاص رفیع
انسانی عقل وفکر کی درماندگی	۱۹	مولانا شمس الحق ندوی
چاند وسورج گرہن سے متعلق قادیانی دھوکا	۲۱	مولانا عبدالحکیم نعمانی
غزوۂ بدر.....(۲)	۲۵	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۵۹ فصل:....۸ھ کے واقعات

۴۰:....اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ابواء کے مقام پر حضرت ابوسفیان بن حارث بن المطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، ان کے ہمراہ ان کے صاحب زادے جعفر بن ابی سفیان بھی تھے، باپ بیٹا دونوں نے وہیں اسلام قبول کیا۔ یہ ابوسفیان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، کیونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دُودھ انہوں نے بھی پیا۔ اور حضرت سفیان بن حربؓ جو حضرت معاویہؓ کے والد ہیں، وہ دُوسرے شخص ہیں، ان کا ذکر آگے آتا ہے۔ ابوسفیان بن حارث ہاشمی ہیں، اور ابوسفیان بن حربؓ اُموی ہیں، اس کے علاوہ ان دونوں کے درمیان اور بھی وجوہِ فرق ہیں جو مخفی نہیں۔

۴۱:....اسی سال حضرت ابوسفیان بن حارثؓ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: ''جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کی نیت سے حاضر ہوں تو آپ سے کس طرح بات کروں؟ اس لئے کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی ایذائیں پہنچی ہیں'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''وہی بات کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے کہی تھی'' یعنی: ''تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـئِيْنَ۔'' (یوسف:۹۱) ترجمہ:۔۔۔''بخدا! کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت فرمائی ہے، اور واقعی ہم خطاکار تھے۔'' چنانچہ انہوں نے حاضرِ خدمت ہوکر یہی عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔'' (یوسف:۹۲) ترجمہ:۔۔۔''تم پر آج کوئی اِلزام نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔''

۴۲:....اسی سال فتحِ مکہ کے سفر کے دوران سقیا اور ''عرج'' کے درمیان عبداللہ بن ابی اُمیہ المخزومی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، یہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے باپ شریک بھائی تھے، ان کی والدہ عاتکہ بنتِ عبدالمطلب تھیں، اور اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ عاتکہ بنتِ عامر بن قیس الفراسی تھیں، جب عبداللہ نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اِعراض فرمایا، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان سے شدید عداوت رکھا کرتا تھا، اور اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: ''ہم آپ کی بات پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے تاآنکہ آپ ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کردیں، یا آپ کے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو۔۔۔ الخ'' مگر ان کی ہمشیرہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے دِل صاف ہوگیا، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرمشرف باسلام ہوئے۔

السقیا:....ایک آباد بستی تھی، جو مکہ و مدینہ کے درمیان ''فرع'' کے علاقے میں تھی، وہاں سے مدینہ کی مسافت چار مرحلے تھی۔

الفرع:....(بضم فاء) ایک قریہ جامعہ تھا، وہاں سے بھی مدینہ طیبہ چار مرحلے پر واقع تھا، جیسا کہ بابِ غزوات میں ۳ھ کے غزوات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

شاعرِ اسلام

سیّد سلمان گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

۲۱؍فروری ۲۰۲۶ء، رات ۹ بجے لاہور میں شاعر اسلام سیّد سلمان گیلانی بمرض نمونیہ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تحریک آزادی کے معروف راہنما شاعر ختم نبوت سیّد محمد امین گیلانیؒ کے ہاں شرق پور روڈ سادات کالونی نزد جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ میں سید سلمان گیلانی ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بی اے تک تعلیم یہیں سے حاصل کی، دینی ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔

سیّد محمد امین گیلانیؒ تحریک آزادی کے راہنما تھے۔ تقسیم سے قبل امرتسر میں رہنے کے باعث تمام قومی راہنماؤں سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ آپؒ نامور قومی شاعر بھی تھے۔ تمام دینی و ادبی ہم عصر جماعتوں اور اداروں میں آپ کا احترام پایا جاتا تھا۔ امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا، اس ماحول میں سیّد سلمان گیلانی کی تعلیم وتربیت نے ان کی شخصیت میں نکھار پیدا کیا۔

والدگرامی کی اتباع میں آپ نے تعلیم کے دوران عوامی اجتماعات، مذہبی مجالس، جلسے، جلوسوں میں نظمیں پڑھنا شروع کیں۔ طرز، ادا، لب ولہجہ میں آپ والدگرامی کی کاپی تھے۔ بہت جلد سیاسی ومذہبی حلقوں میں آپ نے تعارف حاصل کرلیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیۃ طلباء اسلام کے اسٹیج سے بھرپور حصہ لیا، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خانؒ، اس دور میں آپ سے کلام سنتے تھے اور سرپرستی اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ آپ نے تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔ آپ کا ایک بار فیصل آباد میں تبادلہ ہوا۔ ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر امین پور بازار کی بجائے جامع مسجد محمود ریلوے کالونی میں تھا۔ راقم ان دنوں فیصل آباد مجلس کا مبلغ تھا۔ تب سلمان گیلانی صاحب نے دفتر میں رہائش اختیار کی۔ یوں سال کے لگ بھگ ایک ساتھ رہنا ہوا۔ آپ شگفتہ مزاج، صاف دل، ہنس مکھ اور باوقار شخصیت کی تمام خوبیوں کا مرقع تھے۔ اس کے بعد آپ کا لاہور میں تبادلہ ہوگیا اور واپڈا ہاؤس میں اہم پوسٹ پر فائز رہے۔ یہ دور آپ کی بھرپور جوانی کا تھا، اس دور میں آپ نے مذہبی وسیاسی اجتماعات میں کثرت کے ساتھ جانا شروع کردیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کی تشکیل کے ساتھ آپ کے والدگرامی ان دونوں اسٹیجوں کے اہم رہنما مانے جاتے تھے۔ سید سلمان گیلانی کو بھی یہی اسٹیج ورثہ میں ملے، اپنے والد صاحب کی زیرنگرانی ان اسٹیجوں کی آپ زینت کیا بنے، ہردلعزیزی، تعارف وشہرت کا ایک اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ شام کو سرکاری ڈیوٹی سے فارغ ہوئے، بیگ لیا جلسہ پر چلے گئے۔ جلسہ سے رات کو فارغ ہوتے ہی سفر کیا۔ صبح کو ڈیوٹی پر موجود ہوتے، آپ کا یہ دور خاصا مستعدی اور بھرپور مصروفیت کا دور شمار کیا جاسکتا ہے، بہت جلد والدگرامی کے پورے حلقہ عقیدت کی آنکھوں کا تارا ہوگئے۔

ملک بھر کے اپنے مسلک کے مدارس، ادارے، جماعتوں، خانقاہوں میں ادب واحترام، عزت ووقار کا وہ مقام حاصل کیا جو آپ ہی کا حصہ تھا۔ مذہبی عنوان پر ختم نبوت کے اسٹیج اور سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے اسٹیج سے آپ کی انمٹ وابستگی قابل رشک اور لائق تبریک رہی۔ قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے نظریاتی طور پر مبلغ ومنّاد تھے۔ ان کے موقف کے حامی اور بھرپور رضا کار تھے اور جو راستہ آپ کے والدگرامی نے متعین کیا تھا، بڑی ثبات قدمی کے ساتھ اس پر عمر بھر گامزن رہے۔

ایک بار حکومت نے اسکیم جاری کی کہ سرکاری ملازمین اپنی بقیہ ملازمت کا معاوضہ پیشگی لے کر ریٹائرمنٹ حاصل کرسکتے ہیں۔ آپ نے اس اسکیم کے تحت ملازمت کو خیر باد کہا اور اپنے آپ کو قومی، مذہبی، سیاسی کاموں کے لئے فارغ کرلیا۔ آپ کا یہ فیصلہ ایسا مبارک ہوا کہ ملازمت سے جان کیا چھوٹی کہ آپ کی سرگرمیوں کی جولانگاہ پورا ملک ہوگیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپ نے امریکا، افریقا، خلیجی ممالک اور یورپ کے متعدد اسفار کئے۔ جہاں تشریف لے گئے اپنی اجلی سیرت سے مقام بنا کر آئے۔ جماعتی تعلق کے ساتھ ذاتی تعلقات کا اتنا حلقہ وسیع ہوا کہ حیرت ہوتی ہے۔ جہاں جاتے لوگ آنکھیں بچھاتے۔ امریکا، افریقا اور یورپ جتنی کثرت سے آنا جانا شروع ہوا۔ اس تناسب سے آپ نے کثرت کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے بھی اسفار کئے۔ ہر جگہ محافل نعت رسول ہوتیں، غرض عرب وعجم آپ کی خدمات جلیلہ کے معترف ہوئے۔

اس دوران میں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز کی علمی، ادبی محافل اور مشاعروں میں شرکت کرنا شروع کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں آپ کا نام گونجنے لگا۔ نوجوان نسل کے ایسے مزاج شناس ثابت ہوئے کہ ہر پروگرام میں آپ کا نام سرفہرست ہوتا۔ مخلوط اجتماعات، مزاحیہ شاعری، لطیفہ گوئی، مشاعرہ میں شاعرانہ کلام کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی جس کو آپ نے اختیار نہ کیا ہو، جس سمت قدم بڑھایا، چوٹیوں کو سر کئے بغیر واپس نہ ہوئے۔ اس تمام تر آزادانہ ماحول کے باوجود آپ نے اپنی شناخت کو نہ مجروح ہونے دیا اور نہ ہی اپنی نظریاتی پہچان کو داغدار کیا اور نوجوان نسل کے مخلوط ماحول میں ایسی کامیابی کے ساتھ شریک سفر ہوئے کہ ہر جگہ قیادت وسیادت، انعام واکرام، تمغوں، شیلڈوں کے حامل بن گئے۔

اس حلقہ میں جہاں عام خطباء، شعراء کا جانا محال یا شجرہ ممنوعہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس حلقہ میں آپ نے حکمرانی کی اور کامیابی کے جھنڈے لہرائے اور اس حلقہ میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ واہل بیت عظام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور عقیدۂ ختم نبوت کی تبلیغ وتلقین ایسے محیر العقول طور پر کی کہ جہان میں ایک مثال قائم کردی۔ خالصتاً مذہبی رنگ وروپ کو آزادانہ تعلیمی ماحول میں ایسے روشناس کرایا کہ ریکارڈ قائم کردیا۔ نوجوان نسل آپ سے ایسے متاثر اور مانوس ہوئی کہ جہاں آپ کا نام آتا نوجوانوں کے ٹھٹھ لگ جاتے اور آپ مزاحیہ شاعری سے ایسے سماں قائم کرتے کہ سب شرکاء آپ کی محبتوں کے اسیر ہوجاتے۔ بلا مبالغہ آپ نے اس حلقہ کو فتنۂ قادیانیت کے عقائد وعزائم کی کافرانہ حقیقت کی زہرناکیوں سے ایسے باخبر کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس ماحول میں آپ کی شرکت پر دارالافتاء، مذہبی حلقہ کے بعض حساس حضرات نے آواز بھی بلند کی، جو یکسر نظرانداز بھی نہیں کی جاسکتی اور انکار کی بھی شاید گنجائش نہ ہو، لیکن نفع ونقصان کا توازن کیا جائے تو سید سلمان گیلانیؒ کی مساعی کے فوائد سے یکسر آنکھیں بند کرنے کی بھی شاید راہ نہ مل سکے۔ مذہب، سیاست، مدارس، مساجد منابر عوامی شاعری، لطیفہ گوئی ہو یا دوڑ دھوپ، دھکم پیل ہو، یا جملہ بازی، ہوٹنگ، مخلوط اجتماع، خانقاہی عرفان الٰہی کی مجالس، مجالس حمد ونعت، مشاعرہ وکانفرنسیں، جلسہ، جلوس ان سارے میدانوں میں گل شگفتہ کی طرح سیّد سلمان گیلانی کی بامقصد شرکت وکامیابی ”سمندر عبور کئے مگر دامن تر نہیں ہونے دیا“ کا قابل تحسین نمونہ ہے۔ نظم کی طرح نثر میں بھی مہارت کے حامل تھے، کئی مطبوعہ کتابیں اور آپ کا مطبوعہ وغیر مطبوعہ کلام آپ کی یادگار رہیں۔

(باقی صفحہ 14 پر)

اعتکاف کے مسائل واحکام

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ وقت کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں مقیم ہوجائے، اس کے لئے وقت کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، جتنا وقت بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جائے، نفلی اعتکاف ہوجائے گا، البتہ رمضان المبارک میں جو اعتکاف مسنون ہے، اس کے لئے دس روز کی مدت مقرر ہے، اس سے کم میں سنت ادا نہیں ہوگی، اسی طرح اعتکاف واجب یعنی جس کی نذر مانی ہو وہ ایک دن ایک رات سے کم نہیں ہوسکتا۔(بدائع)

کون اعتکاف کرسکتا ہے؟

اعتکاف کے لئے ضروری ہے کہ انسان مسلمان ہو اور عاقل ہو، لہٰذا کافر اور مجنون کا اعتکاف درست نہیں، البتہ نابالغ بچہ جس طرح نماز روزہ کرسکتا ہے، اسی طرح اعتکاف بھی کرسکتا ہے۔(بدائع، ج:۲،ص:۱۰۸)

عورت بھی اپنے گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کرکے وہاں اعتکاف کرسکتی ہے، البتہ اس کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، نیز یہ بھی لازم ہے کہ وہ حیض و نفاس سے پاک ہو۔

اعتکاف واجب اور اعتکاف مسنون میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان روزہ دار ہو، لہٰذا جس شخص کا روزہ نہ ہو وہ اعتکاف نہیں کرسکتا، البتہ نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔

اعتکاف کی جگہ

مردوں کے لئے اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے، افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے، دوسرے نمبر پر مسجد نبویؐ میں، تیسرے نمبر پر مسجد اقصیٰ میں، چوتھے نمبر پر کسی بھی جامع مسجد میں اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے کہیں اور نہیں جانا پڑے، لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر اس مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے، جہاں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو، البتہ اگر مسجد ایسی ہے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، تاہم محققین کے نزدیک ایسی مسجد میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے، اگرچہ افضل نہیں ہے۔(شامی، ج:۲،ص:۱۲۹)

مسائل اعتکاف

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

۱:......اعتکاف مسنون: یہ وہ اعتکاف ہے، جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اس لئے اس کو اعتکافِ مسنون کہتے ہیں۔

۲:......اعتکاف نفل: وہ اعتکاف ہے جو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

۳:...... اعتکاف واجب: وہ اعتکاف ہے جو نذر کرنے، یعنی منت ماننے سے واجب ہوگیا ہو، یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضا واجب ہوگئی ہو۔ چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں، اس لئے ہر ایک کے مسائل ذیل میں جداگانہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

اعتکاف مسنون

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے، وہ اعتکاف مسنون ہے۔ اس اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند ہونے تک باقی رہتا ہے، چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور رات غروب آفتاب سے شروع ہوجاتی ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنے پہلے مسجد کی حدود میں پہنچ جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔

رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کا یہ

اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہوجائے گی، لیکن اگر سارے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلے والوں پر ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔(شامی)

محلے والوں کی ذمہ داری

۱:......اس سے واضح ہوگیا کہ یہ ہر محلے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے سے یہ تحقیق کریں کہ ہماری مسجد میں کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھ رہا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی نہ بیٹھ رہا ہوتو فکر کرکے کسی کو بٹھائیں۔

۲:...... لیکن کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں، کیونکہ عبادت کے لئے اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔(شامی)

اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوتو کسی دوسرے محلے کے آدمی کو اپنی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لئے تیار کرلیں، دوسرے محلے کے آدمی کے بیٹھنے سے بھی اس محلے والوں کی سنت انشاءاللہ ادا ہوجائے گی۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل، ج:۶، ص:۵۱۲)

اعتکاف کا رکن اعظم یہ ہے کہ انسان اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہے، اور حوائج ضروریہ کے سوا (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) ایک لمحے کے لئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے، کیونکہ اگر معتکف ایک لمحے کے لئے بھی شرعی ضرورت کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

حدودِ مسجد کا مطلب

بہت سے لوگ حدودِ مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس بنا پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حدودِ مسجد کا کیا مطلب ہے؟

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں، بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دے کر وقف کیا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین کے کسی حصے کا مسجد ہونا اور چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہونا اور چیز، شرعاً مسجد صرف اتنے حصے کو کہا جائے گا، جسے بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو، یعنی نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو، لیکن تقریباً ہر مسجد میں کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو شرعاً مسجد نہیں ہوتا، لیکن مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہوتا ہے، مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا خانہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ ”امام کا حجرہ“ گودام وغیرہ، اس حصے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، چنانچہ ان حصوں میں جنابت کی حالت میں جانا بھی جائز ہے، جبکہ اصل مسجد میں جنبی کا داخل ہونا جائز نہیں، اس ضروریات مسجد والے حصے میں معتکف کا جانا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر ایک لمحے کے لئے بھی چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر بعض مساجد میں تو ضروریات مسجد والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی، لیکن بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا، اور جب تک بانی مسجد صراحتاً بتائے کہ یہ حصہ مسجد نہیں ہے، اس وقت تک اس کا پتا نہیں چلتا۔

لہٰذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ مسجد کے بانی یا اس کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے، مسجد والوں کو بھی چاہئے کہ وہ مسجد کی حدود کو حتی الامکان واضح اور ممتاز رکھیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں ایک نقشہ مرتب کرکے لٹکا دیا جائے، جس میں مسجد کی حدود واضح کردی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین مسجد میں جمع ہوجائیں تو انہیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ مسجد کی حدود کہاں سے کہاں تک ہیں؟

جن مساجد میں وضو خانے اصل مسجد سے بالکل متصل ہوتے ہیں، وہاں عام طور سے لوگ وضو خانوں کو بھی مسجد کا حصہ سمجھتے ہیں، اور اعتکاف کی حالت میں بے کھٹکے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے، اور معتکف کے لئے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد کی مدد سے واضح طور پر یہ معلوم

کرلینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں ختم ہوگئی ہیں اور وضو خانے کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں، وہ بھی عموماً مسجد سے خارج ہوتی ہیں، اس لئے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے، وہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے، لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں؟

جن مساجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے، معتکف کو وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کے لئے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے، یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کے لئے تو نہیں ہوتا، لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لئے بنایا جاتا ہے، اس کمرے کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو، اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا اور معتکف کو اس میں بھی جانا جائز نہیں، ہاں اگر بانی مسجد نے اس کے مسجد ہونے کی نیت کرلی ہو تو پھر معتکف اس میں جاسکتا ہے۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو، اس وقت تک معتکف کے لئے اس میں جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں اور دیگر سامان رکھنے کے لئے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو، یہ جگہ مسجد نہیں ہے، اور معتکف اس میں نہیں جاسکتا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ اعتکاف کے لئے مسجد کی حدود کو معین کرنا کس قدر ضروری ہے، لہٰذا معتکف کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے منتظمین مسجد سے حدودِ مسجد کو اچھی طرح معین کرلینا چاہئے۔

پھر جس مسجد کی حدود معلوم ہوجائیں تو اس کے بعد اعتکاف کے دوران شرعی ضرورت کے بغیر ان حدود سے ایک لمحے کے لئے بھی باہر نہ نکلیں، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

شرعی ضرورت کے لئے نکلنا

شرعی ضرورت سے ہماری مراد یہاں وہ ضروریات ہیں، جن کی بنا پر مسجد سے نکلنا شریعت نے معتکف کے لئے جائز قرار دیا ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، ضروریات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پیشاب پاخانے کی ضرورت، (۲) غسل جنابت جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو، (۳) وضو، جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے وضو کرنا ممکن نہ ہو، (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ کوئی اور شخص لانے والا موجود نہ ہو، (۵) موذن کے لئے اذان دینے کے مقصد سے باہر جانا، (۶) جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے، اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو جمعہ کی نماز کے لئے دوسری مسجد میں جانا، (۷) مسجد کے گرنے وغیرہ کی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہونا۔

ان ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد سے باہر جانا معتکف کے لئے جائز نہیں، اب ان تمام ضروریات کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

قضائے حاجت

۱:...... معتکف قضائے حاجت یعنی پیشاب پاخانے کی ضرورت سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، جہاں تک پیشاب کا تعلق ہے، اس کے لئے مسجد کی قریب ترین جس جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو، وہاں جانا چاہئے، لیکن پاخانے کے لئے جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے، اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہئے، کہیں اور جانا درست نہیں، لیکن اگر کسی شخص کے لئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس غرض کے لئے اپنے گھر چلا جائے خواہ مسجد کے قریب بیت الخلاء موجود ہو۔ (شامی)

لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو، اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہئے، اگر ایسا شخص مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر گھر چلا جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی)

۲:......لیکن اگر مسجد کا کوئی بیت الخلاء نہ ہو یا اس میں قضائے حاجت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو قضائے حاجت کے لئے اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ وہ گھر کتنی دور ہو۔(ایضاً)

۳:......اگر مسجد کے قریب کسی دوست یا عزیز کا گھر موجود ہو تو قضائے حاجت کے لئے اس کے گھر جانا ضروری نہیں، بلکہ اس کے باوجود اپنے گھر میں جانا جائز ہے، خواہ گھر اس دوست یا عزیز کے مکان کے مقابلے میں دور ہو۔(ایضاً)

۴:......اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اس کو چاہئے کہ قریب والے گھر میں جا کر قضائے حاجت کرے، دور والے گھر میں جانے سے بعض علماء کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(شامی و عالمگیری)

۵:......اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی ٹھہرنا جائز نہیں، اگر ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(برجندی ص:۲۲۳)

۶:......بیت الخلاء کو جاتے یا وہاں سے آتے وقت راستے میں یا گھر میں کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کر لینا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات چیت کے لئے ٹھہرنا نہ پڑے۔(مرقاۃ)

۷:...... بیت الخلاء کے لئے جاتے یا وہاں سے آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں، آہستہ آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔(عالمگیری)

۸:......قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہ چاہئے، بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہئے کہ میں اعتکاف میں ہوں، اس لئے ٹھہر نہیں سکتا، اگر کسی کے ٹھہرانے سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ اگر راستے میں کسی قرض خواہ نے روک لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ صاحبینؒ کے نزدیک ایسی مجبوری سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا اور امام سرخسیؒ نے سہولت کی بنا پر صاحبینؒ ہی کے قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔(مبسوط سرخسیؒ، ج:۳، ص:۱۲۲) لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی بھی صورت میں راستے میں نہ ٹھہرے۔

۹:......جب بیت الخلاء جانے کے لئے نکلا ہو تو بیڑی سگریٹ پینا جائز ہے، بشرطیکہ اس غرض سے ٹھہرنا نہ پڑے۔

۱۰:......جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے اپنے گھر گیا ہو تو قضائے حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا بھی جائز ہے۔

(مجمع الانہر، ج:۱، ص:۲۵۶)

۱۱:......قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے، لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہوتا ہے، وہ اگر صرف استنجاء کے لئے باہر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں، اسی لئے فقہاءؒ نے استنجاء کو قضائے حاجت کے علاوہ خروج کا مستقل عذر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے شامی، ج:۲، ص:۱۳۲)

معتکف کا غسل

معتکف کو صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو، مثلاً کسی بڑے برتن میں بیٹھ کر اس طرح غسل کر سکتا ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو غسل جنابت کے لئے باہر جا سکتا ہے (فتح القدیر ج:۳، ص:۱۱۱) اور اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ موجود ہے تو اس میں جا کر غسل کریں، لیکن اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ نہیں ہے یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے تو اپنے گھر جا کر بھی غسل کر سکتے ہیں۔

غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، جمعہ کے غسل یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اس غرض سے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ جمعہ کا غسل کرنا ہو یا ٹھنڈک کے لئے نہانا ہو تو اس کی ایسی صورت اختیار کی جا سکتی ہے، جس سے پانی مسجد میں نہ گرے، مثلاً کسی ٹب میں بیٹھ کر نہا لیں یا مسجد کے کنارے پر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مسنون اعتکاف میں جمعہ کے غسل یا ٹھنڈک کی خاطر غسل کے لئے مسجد سے باہر نہیں جانا چاہئے، ہاں نفلی اعتکاف میں ایسا کر سکتے ہیں، اس صورت میں جتنی دیر غسل کے لئے باہر رہیں گے اتنی دیر کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

معتکف کا وضو

۱:......اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی

جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، چنانچہ ایسی صورت میں معتکف کو وضو خانے تک جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کے لئے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے، اگر مسجد میں ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو نل سے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کرلیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

۲:......لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کے لئے مسجد سے باہر وضو خانے یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے (شامی) اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے، خواہ وہ فرض نماز کے لئے کیا جا رہا ہو یا نفلی عبادتوں کے لئے۔

۳:......جن صورتوں میں معتکف کے لئے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضا خشک کرنا بھی جائز ہے، لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ راستے میں رکنا جائز ہے۔

کھانے کی ضرورت

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے، جو اس کے لئے مسجد میں کھانا پانی لا سکے تو اس کے لئے کھانا لانے کی غرض سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر کسی شخص کو ایسا کوئی آدمی میسر نہیں ہے تو وہ کھانا لانے کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ (البحر الرائق، ج:۲،ص:۳۲۶) لیکن کھانا مسجد میں لا کر ہی کھانا چاہئے۔ (کفایۃ المفتی، ج:۴، ص:۲۳۲) نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے تاہم اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں۔

اذان

۱:......اگر کوئی موذن اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اسے اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا پڑے تو اس کے لئے بھی باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

۲:......اگر کوئی شخص باقاعدہ موذن تو نہیں ہے، لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔ (مبسوط سرخسیؒ، ج:۳،ص:۱۲۶)

نماز جمعہ

۱:......بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے، جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو تاکہ جمعہ کے لئے باہر نہ جانا پڑے، لیکن اگر کسی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، مگر پنج وقتہ نماز ہوتی ہے تو اس میں بھی اعتکاف کرنا جائز ہے۔ (شامی وعالمگیری)

۲:......ایسی صورت میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے، لیکن اس غرض کے لئے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے جب اسے اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہو جائے گا۔ (عالمگیر)

۳:......جب کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا ہو تو فرض پڑھنے کے بعد سنتیں بھی وہاں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں (ایضاً) تاہم اگر ضرورت سے زیادہ ٹھہر گیا تو چونکہ مسجد میں ٹھہرا ہے، اس لئے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(بدائع، ج:۲،ص:۱۱۴)

۴:......اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا اور وہاں جا کر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لئے وہیں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسجد سے منتقل ہونا

ہر معتکف کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے، لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آ جائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً مسجد منہدم ہو جائے، یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔

(فتح القدیر، ج:۳،ص:۱۱۱، عالمگیریہ)

نماز جنازہ اورعیادت

۱:......عام حالات میں کسی معتکف کے لئے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے یا کسی کی بیمار پُرسی کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تھا اور ضمناً راستے میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرلی تو جائز ہے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع ،ج:۲، ص:۱۱۴) لیکن شرط یہ ہے کہ نماز جنازہ یا عیادت مریض کی نیت سے نہ نکلے، بلکہ نیت قضائے حاجت کی ہو اور بعد میں یہ کام بھی کرلے، کیونکہ اگر ان کاموں کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(شامی) نیز یہ بھی شرط ہے کہ نماز جنازہ اور عیادت کے لئے راستے سے ہٹنا نہ پڑے، بلکہ یہ کام راستے میں ہی ہوجائے پھر عیادت مریض تو چلتے چلتے کرنی چاہیے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے، اس غرض کے لئے رکتے نہ تھے۔(ابوداؤد) اور نماز جنازہ میں یہ شرط ہے کہ نماز کے بعد بالکل نہ ٹھہرے۔

(مرقاۃ،ج:۴،ص:۳۳۰)

۲:......اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط کرلی تھی کہ میں اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نماز جنازہ میں شرکت یا کسی علمی و دینی مجلس میں شامل ہونے کے لئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہوجائے گا، مسنون نہ رہے گا۔

اعتکاف کا ٹوٹ جانا

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

۱:......جن ضروریات کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے، ان کے سوا کسی بھی مقصد سے اگر کوئی معتکف حدود مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ یہ باہر نکلنا ایک ہی لمحے کے لئے ہوتو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(ہدایہ)

واضح رہے کہ مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرفاً مسجد سے نکلنا کہا جاسکے، لہٰذا اگر صرف سر مسجد سے باہر نکال دیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ واردا بالخروج انفصال قدمیه۔

(بحرالرائق،ص:۳۲۶،ج:۲)

۲:......اسی طرح اگر کوئی معتکف شرعی ضروریات سے باہر نکلے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(شامی)

۳:......بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے بہرصورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا ہے تو اس سے اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔(شامی)

۴:......کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہیں تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا، اسی لئے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد اچھی طرح معلوم کرلینی چاہئیں۔

۵:......اعتکاف کے لئے چونکہ روزہ شرط ہے، اس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلاعذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہرصورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا، لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہوگیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتے رہے یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کرلیا کہ افطار کا وقت ہوچکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورت میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر روزہ ہی یاد نہ رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوا۔(درمختار وشامی،ج:۲،ص:۱۳۶)

۶:......جماع کرنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر، اس سے انزال ہو یا نہ ہو، ہرصورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(ہدایہ)

۷:......بوس و کنار اعتکاف کی حالت میں ناجائز ہے، اور اگر اس سے انزال ہو جائے تو اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن انزال نہ ہوتو ناجائز ہونے کے باوجود اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(ہدایہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

مندرجہ ذیل صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱:...... اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (شامی)

۲:......کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔(ایضاً)

۳:......ماں، باپ، بیوی، بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۴:...... کوئی شخص زبردستی باہر نکال کرلے جائے مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف کا توڑنا جائز ہے۔(شامی)

۵:......اگر کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔(فتح القدیر ص:۱۱۱،ج:۲)

ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(البحرالرائق ص:۳۲۶،ج:۲)

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

۱:......مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے، صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دن کی قضا واجب نہیں (شامی) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کرلیں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہوجائے گی لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لئے جلد از جلد قضا کرنی چاہئے۔

۲:...... اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرہ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جاسکتا ہے، اس طرح سنت موکدہ تو ادا نہیں ہوگی لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیار بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرہ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرمادیں، اس لئے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرہ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کردے۔

۳:......ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہاء نے صاف صاف نہیں لکھا، لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضا واجب ہوگی، یعنی قضا کے لئے صبح صادق سے پہلے داخل ہو، روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکاف منذور کا حکم یہی ہے)۔

آدابِ اعتکاف

اعتکاف کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ انسان دوسرے تمام مشاغل سے کنارہ کش ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد کی طرف اپنے آپ کو لگائے، اس لئے اعتکاف کے دوران غیر ضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہئے اور جس قدر وقت ملے نوافل پڑھنے، تلاوت قرآن کریم اور دوسری عبادتوں اور اذکار و تسبیحات میں وقت گزارنا چاہئے، نیز علم دین کے پڑھنے پڑھانے وعظ و نصیحت کرنے اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں بھی نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے۔

مباحاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلا کراہت جائز ہیں:

(۱) کھانا پینا، (۲) سونا، (۳) ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے اور خرید و فروخت ضروریاتِ زندگی کے لئے ہو، لیکن مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں، (۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں)، (۵) بات چیت کرنا، (لیکن فضول

گوئی سے پرہیز ضروری ہے)۔ (شامی)
(۶)نکاح یا کوئی اور عقد کرنا۔ (بحر الرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)، (۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ، ج:۱، ص:۲۶۹)، (۸)مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ لکھنا یا دوا بتادینا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید،ص:۵۰۱،ج:۶) (۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔ (شامی،ص:۱۸۵،ج:۲)
(۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔ (مصنف ابن شیبہ عن عطاء،ص:۹۴، ج:۳)، البتہ کپڑے دھوتے وقت پانی مسجد سے باہر گرے اور خود مسجد میں رہیں یہی حکم برتن دھونے کا بھی ہے۔
(۱۱)ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔(شامی)

نیز جتنے اعمال اعتکاف کے لئے مفسد یا مکروہ نہیں ہیں اور فی نفسہٖ بھی حلال ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں جائز ہیں۔

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں: ۱:...... بالکل خاموشی اختیار کرنا، کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں، اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، البتہ اگر اس کو عبادت نہ سمجھے،لیکن گناہ سے اجتناب کی خاطر حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(درمختار) البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔ ۲:......فضول اور بلاضرورت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے،ضرورت کے مطابق تھوڑی بہت گفتگو تو جائز ہے،لیکن مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے۔ (منحۃ الخالق) ۳:......سامانِ تجارت مسجد میں لاکر بیچنا بھی مکروہ ہے۔ ۴:......اعتکاف کے لئے مسجد کی اتنی جگہ گھیر لینا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف پہنچے۔ ۵:......اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا بھی معتکف کے لئے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے (بحر الرائق، ص:۳۲۷، ج:۲) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایامِ اعتکاف کی روزی بھی کمانہ سکتا ہو،اس کے لئے بیع پر قیاس کرکے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

❁❁..........❁❁

بقیہ:...شاعرِ اسلام سیّد سلمان گیلانیؒ کی رحلت

بیمار بھی ہوئے، آپریشن کے مراحل سے بھی گزرے، صحتیابی سے فیضیاب ہوئے۔ دل کی سرجری کے لئے صحت متحمل نہ تھی، کسی خیرخواہ ڈاکٹر کی جرأت پیشہ وارانہ کام آگئی آپریشن کامیاب رہا، گھر آئے پھر ہسپتال جانا پڑا۔ فقیر راقم شیخ زید ہسپتال میں عیادت کے لئے گیا تو بتایا کہ دوبارا اتنی کمزوری ہوگئی، دنیا سے فقط ایک رمق تعلق رہ گیا۔ زیادہ رجحان عالم برزخ سے ایسا مضبوط ہوا کہ مرنے کے بعد کا پورا ماحول اجمالی طور پر ملاحظہ کرلیا۔ یہ واپسی محض کریم کے کرم کا صدقہ ہے۔ اس مرحلہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ آنکھوں سے دیکھ کر عین الیقین ہوگیا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، صحابہ کرامؓ و اہل بیتؓ کی عزت وعظمت کے پھریرے بلند کرنے سے ہی نجات وابستہ ہے۔

اس دوران میں پھر صحتیاب ہوکر گھر گئے،فون پر بتایا کہ رمضان شریف کے بعد والد صاحب (شاعر ختم نبوت سیّد محمد امین گیلانیؒ) کے جملہ مطبوعہ غیر مطبوعہ کلام کا دیوان مرتب کرنا ہے۔ دفتر ختم نبوت ملتان آنا ہے یہ کام آپ کے سپرد کرنا ہے، اسے شائع کرنا مجلس کے ذمہ ہے۔ فقیر نے حامی بھر لی، بلکہ اس تجویز کا گویا مجوّز بن گیا۔ تمام مطبوعہ کلام کے مجموعے جمع کرلئے۔ رمضان سے چند دن قبل فون آیا کہ جلال پور پیروالا ایک دوست کی بچی کی شادی پر جانا ہے، ملتان دفتر آؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں چناب نگر ختم نبوت کورس میں شرکت کے لئے ملتان سے غیر حاضر ہوں۔ فرمایا: بہت اچھا! رمضان شریف کے بعد حاضری ہوگی۔ ابھی رمضان شروع ہی ہوا کہ وہ وہاں چل دیئے جہاں ہم سب نے جانا ہے، حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین، بجاہ النبی الکریم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل ومناقب

مولانا حافظ عبدالودود شاہد

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل ومناقب اور کردار وکارناموں سے تاریخ اسلام کے اوراق روشن ہیں جس سے قیامت تک آنے والے لوگ ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میری طرف سے اس مرتبے پر ہو، جس مرتبے پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے، مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔(بخاری ومسلم)

آپؓ کا نام علی، لقب حیدر و مرتضیٰ، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے، آپؓ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت قریب ہے، آپؓ کے والد ابو طالب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ دونوں بھائی بھائی ہیں، آپؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔ ماں باپ دونوں طرف سے آپؓ ہاشمی ہیں۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ میں ہاشمی سرداروں کی تمام خصوصیات موجود اور چہرے سے عیاں تھیں۔عبادت وریاضت کے آثار بھی چہرے پر موجود تھے، چہرے پر مسکراہٹ اور پیشانی پر سجدے کے نشان...... معمولی لباس زیب بدن فرماتے، آپؓ کی عبا اور عمامہ بھی سادہ تھے، گفتگو علم وحکمت اور دانائی سے بھرپور ہوتی...... بچپن سے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی آغوشِ محبت میں پرورش پائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی خاتونِ جنت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ آپؓ کا نکاح ہوا اور ان سے آپؓ کی اولاد ہوئی، صحابہ کرامؓ میں جو لوگ اعلیٰ درجے کے فصیح وبلیغ اور اعلیٰ درجے کے خطیب اور شجاعت و بہادری میں سب سے فائق مانے جاتے تھے ان میں آپؓ کا مقام ومرتبہ بہت نمایاں تھا۔

خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ میدانِ جنگ میں تلوار کے دھنی اور مسجد میں زاہدِ شب بیدار تھے، مفتی و قاضی اور علم و عرفان کے سمندر تھے، عزم وحوصلہ میں ضرب المثل، خطابت و ذہانت میں بے مثل، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد، فضیلتیں بے شمار، سخی وفیاض، دوسروں کا دکھ بانٹنے والے، عابد و پرہیز گار، مجاہد وجاں باز ایسے تھے کہ نہ دنیا کو ترک کیا، نہ آخرت سے کنارہ کشی فرمائی، ان سب کے باوجود نہایت سادہ زندگی گزارتے، نمک، کھجور، دودھ، گوشت سے رغبت تھی، غلاموں کو آزاد کرتے، دور خلافت میں بازاروں کا چکر لگا کر قیمتوں کی نگرانی فرماتے، گداگری سے لوگوں کو روکتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو آپؓ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور چہرے پر زردی چھا جاتی، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ’’اس امانت کی ادائیگی کا وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس بوجھ کو اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔‘‘

آپؓ میں عجز وانکساری نمایاں تھی، اپنے عہدِ خلافت میں بازاروں میں تشریف لے جاتے، وہاں جو لوگ راستہ بھولے ہوئے ہوتے انہیں راستہ بتاتے، بوجھ اٹھانے والوں کی مدد کرتے، تقویٰ اور خشیت الٰہی آپؓ میں بہت زیادہ تھی، ایک بار آپؓ ایک قبرستان میں بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا! اے ابوالحسن، یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ فرمایا، میں ان لوگوں کو بہت اچھا ہم نشین پاتا ہوں، یہ کسی کی بدگوئی نہیں کرتے اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں......

ایک مرتبہ آپؓ قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر قبر والوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے قبر والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت وتنہائی والو! کہو کیا خبر ہے کیا حال

ہے، ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے جانے کے بعد مال تقسیم کر لیے گئے اور اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے شوہر کر لیے......

یہ تو ہماری خبر ہے، تم بھی اپنی خبر سناؤ! اس وقت کمیل آپؓ کے ہمراہ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: اے کمیل! اگر ان (مُردوں) کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب دیتے کہ بہترین سامانِ آخرت پرہیز گاری ہے، اس کے بعد حضرت علیؓ رونے لگے اور فرمایا اے کمیل، قبر اعمال کا صندوق ہے اور موت کے وقت یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ کے اصرار پر ضرار اسدیؒ نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے اوصاف وصفات بیان کرتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! حضرت علی المرتضیٰؓ بڑے طاقت ور تھے، فیصلے کی بات کہتے تھے اور انصاف کے ساتھ حکم دیتے، علم وحکمت ان کے اطراف سے بہتے، دنیا اور اس کی تازگی سے متوحش ہوتے تھے، رات کی تنہائیوں اور وحشتوں سے انس حاصل کرتے تھے، روتے بہت تھے اور فکر میں زیادہ رہتے تھے، لباس انہیں وہی پسند تھا جو کم قیمت ہو اور کھانا وہی مرغوب تھا جو ادنیٰ درجے کا ہو، ہمارے درمیان بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے تھے اور جب ہم پوچھتے تو جواب دیتے تھے، باوجود یہ کہ ہم ان کے مقرب تھے مگر ان کی ہیبت کے سبب ان سے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، وہ ہمیشہ اہلِ دین کی تعظیم کرتے اور مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے تھے، کبھی کوئی طاقت ور اپنی طاقت کی وجہ سے ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی امید نہ کر سکتا تھا اور کوئی کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: ”علیؓ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں“

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، ہر معرکے میں سیدنا حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت و بہادری اور فداکاری کا لوہا منوایا، بدر واُحد، خندق وحنین اور خیبر میں اپنی جرأت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے...... ہجرت کی شب حضور ﷺ کے بستر مبارک پر آرام فرما ہوئے، اور آپؓ نے آخری وقت میں حضور ﷺ کی تیمارداری کے فرائض انجام دیئے اور دیگر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ آپؓ کو ”غُسلِ نبوی“ کی سعادت بھی نصیب ہوئی......

آپؓ ”عشرہ مبشرہ“ جیسے خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں بھی شامل ہیں، جنہیں حضور ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت وخوش خبری دی اور خلافتِ راشدہؓ کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے، آپؓ کو بچپن میں قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپؓ ہی دولتِ ایمان سے منور ہوئے، آپؓ کو ”السابقون الاولون“ میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے۔

آپؓ ”بیعتِ رضوان“ میں شریک ہوئے اور ”اصحابُ الشجرہؓ“ کی جماعت میں شامل ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں راضی ہونے اور جنت کی بشارت وخوشخبری دی، آپؓ ”اصحابِ بدرؓ“ میں سے بھی ہیں جن کی تمام خطائیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیں، مکی زندگی میں حضور ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے مصائب ومشکلات کو جھیلتے رہے......

حضور ﷺ نے آپؓ کو اپنا ”مواخاتی بھائی“ بنایا اور حضور ﷺ نے آپ کو اپنے ساتھ وہی نسبت دی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تھی۔

خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ تین ماہ کم پانچ سال تک تختِ خلافت پر متمکن رہنے کے بعد عبد الرحمن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد 21 رمضان المبارک کو جامِ شہادت نوش فرما کر شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے۔

مناقبِ مرتضوی بہ زبانِ اصحابِ نبوی:

☆ فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا: حضرت علیؓ کو تین خوبیاں ایسی نصیب ہوئیں، اگر مجھے ان میں ایک بھی مل جاتی تو میرے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر ہوتیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہؓ کا ان سے نکاح فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں مسجد میں سکونت عطا کی۔ خیبر میں علم (جھنڈا) انہیں عطا کیا۔ ☆ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: حضرت علیؓ سے زیادہ علمِ سنت کا جاننے والا کوئی نہ تھا۔ ☆ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا: ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ اہلِ مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ ☆ ابن عباسؓ نے فرمایا: مدینۂ منورہ میں فصلِ قضایا اور علمِ فرائض میں حضرت علیؓ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ ۞۞

لیلۃ القدر...... ہزار مہینوں سے بہتر

مفتی محمد وقاص رفیع

قرآن مجید اللہ کی ایسی مقدس کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، قرآن مجید دنیائے انسانیت کیلئے رشد و ہدایت کا وہ سرچشمہ ہے جس کو اللہ رب العزت نے 23 برس کے عرصہ میں نبی کریم ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل کیا۔

ایک دن حضور ﷺ غارِ حرا میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور فرشتہ نے آ کر کہا: ’’پڑھو (اے نبی ﷺ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ (سورہ العلق، آیت نمبر 1 تا 5)

اور وحی کا اختتام عہد رسالت کے آخر میں اس آیت کے ساتھ ہوا۔

’’آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارا دین تمہارے لئے اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے۔‘‘ (المائدہ:3)

قرآن مجید انسانوں کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو اُس نے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے نسل انسانی تک پہنچایا اس کے بھیجنے والے کی کبریائی و بزرگی اور جن پر بھیجا گیا اُن کی عظمت وسربلندی اور خود اپنے موضوع کی اہمیت وخوبی کے باعث اس کا نام لیتے وقت اس کو قرآن مجید کہتے ہیں، چونکہ اللہ کی یہ آخری کتاب عزت بزرگی اور دانائی کی باتوں سے بھری پڑی ہے اس لئے اس کے ساتھ اس کی خوبیوں کو بھی ملا کر نام لیا جاتا ہے، قرآن کریم اللہ کے احکام و ہدایات کو لے کر نازل ہوا اور اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

قرآن مجید کی اوّلین آیات غار حرا میں حضرت جبرائیلؑ لے کر رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں، جس رات میں اللہ کا آخری پیغامِ ہدایت نازل ہونا شروع ہوا اس سے بڑھ کر خیر و برکت والی رات دور فلک نے نہ دیکھی ہوگی اور نہ دیکھے گا، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 185 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔‘‘ شب قدر کی فضیلت سورہ دخان کی آیت نمبر 3 میں فرمائی گئی ہے: ’’ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔‘‘

یعنی رمضان المبارک کی ایک رات جس میں قرآن نازل کیا گیا، اُسے لیلۃ القدر یا شب قدر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں لیلۃ القدر (شب قدر) کی عظمت کی چار بنیادی خصوصیات بیان کی ہیں:

(1) نزول قرآن، (2) نزول ملائکہ، (3) ہزار مہینوں سے افضل رات، (4) پوری شب سلامتی اور رحمت۔

واضح رہے کہ یہ شب مبارک اس قدر اہمیت وفضیلت والی ہے کہ اس کی ایک رات کی اخلاص کے ساتھ عبادت اہل ایمان کے لئے 83 برس چار ماہ کی عبادتوں سے بھی افضل ہے، یہ تو صرف کم از کم حد بیان ہوئی ہے، ہزاروں مہینوں سے کس قدر افضل ہے، اس کی مقدار اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

’’لیلۃ القدر‘‘ عربی زبان کے لفظ ہیں، لیل کے معنی ’’رات‘‘ اور قدر کے معنی ’’بزرگی اور بڑائی‘‘ کے ہیں، لیلۃ القدر (شبِ قدر یعنی بڑائی اور بزرگی والی رات۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: ’’قدر کے معنی مرتبے کے ہیں، چوں کہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف و مرتبے کے لحاظ سے بہت بلند ہے، اسی لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس رات کو شب قدر کے نام سے تعبیر

کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نہایت قابل قدر کتاب (قرآن مجید)، قابل قدر امت کے لئے حضورﷺ کی معرفت نازل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ القدر میں لفظ ”قدر“ تین مرتبہ آیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

شب قدر کے حصول کا سب سے اہم سبب رحمۃ اللعالمین، حضورﷺ نے اپنی امت کو سابقہ امتوں کے لوگوں کی عمروں سے آگاہ فرمایا جو کہ بہت طویل تھیں، آپﷺ نے سوچا کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت لمبی ہیں، جبکہ میری امت کے لوگوں کی عمریں بہت تھوڑی، اگر وہ نیک اعمال میں ان (پہلی امتوں) کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے، تو اسی کی تلافی میں یہ رات عطا کی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن نازل کرنے کے دو مطلب لئے ہیں ایک تو یہ کہ پورا قرآن پاک حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کر دیا گیا اور حالات و واقعات کے مطابق حضرت جبرائیلؑ اللہ کے حکم سے وقتاً فوقتاً اس کی آیات اور سورتیں حضور نبی کریمﷺ پر نازل فرماتے رہے۔ جبکہ امام شعبیؒ کے قول کے مطابق قرآن کے نزول کی ابتدا لیلۃ المبارکہ سے ہوئی۔

سورۃ القدر آیت 1 تا 5 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کا ہر حکم لے کر اُترتے ہیں، وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک“۔

لیل کے معنی عربی میں رات کے ہیں اور قدر کے معنی بعض مفسرین نے تقدیر کے لئے ہیں، لیلۃ القدر کے معنی یہ ہوئے وہ رات جس میں رب العزت تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کے سپرد کرتے ہیں، اس مطلب کی تاکید سورۃ دخان کی آیت 5 سے بھی ہو جاتی ہے ”اس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے“ جبکہ امام زہریؒ قدر کے معنی تقدیر کے بجائے عظمت و شرف بتاتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

یعنی اس رات کا عمل ہزار مہینوں کے عمل سے افضل ہے، ملائکہ سے مراد فرشتے اور روح سے مراد حضرت جبرائیلؑ ہیں، جن کے فضل و شرف کے باعث ان کا ذکر فرشتوں سے علیحدہ کیا گیا ہے، البتہ فرشتے اور جبرائیل امینؑ خود نہیں آتے بلکہ وہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں، یہ خیر و برکت کا سلسلہ شام سے لے کر صبح تک پوری رات جاری رہتا ہے۔

شب قدر کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان کی ہے اس ایک رات کی عبادت تراسی سال اور چار ماہ کے عبادت سے بھی بہتر ہے، لیکن اس کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہٰی ہے جبرائیلؑ کے ساتھ دنیا میں اُترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں، سوائے اس شخص کے جو شرابی ہو، شرک کرتا ہو۔

ایک دن صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اس لئے ان کو عبادت کا وقت زیادہ مل جاتا تھا جبکہ ہماری عمریں نسبتاً کم ہیں اس لئے عبادت کے لئے وقت کم ملتا ہے آپﷺ نے فرمایا: ”آپ لوگوں پر رب العزت نے بے حد فضل و کرم فرمایا ہے کہ رمضان المبارک کی شب قدر کی عبادت کا درجہ ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک میں شب قدر کی تلاش اور اس میں دلجمعی کے ساتھ عبادات کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

❁❁..............❁❁

اظہارِ تعزیت

☆.....مولانا محمد نعیم سلمہ کی والدہ محترمہ بھی ۱۶ جنوری ۲۰۲۶ء کو انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والدہ محترمہ کی دعاؤں سے محرومی بڑی محرومی ہے۔ مولانا محمد نعیم سلمہ کوٹ ادو، لیہ اور بھکر کے مبلغ اور متحرک نوجوان عالم دین ہیں۔ شب و روز عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے تین اضلاع میں عقیدۂ ختم نبوت کی چوکیداری میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی مصروفیت یقیناً ان کی والدہ محترمہ کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں گی۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین! (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

انسانی عقل وفکر کی درماندگی

مولانا شمس الحق ندوی

انسانوں کی اکثریت ہر چیز کو عقل کے پیمانے سے ناپنا چاہتی ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل کی نعمت سے سرفراز فرما کر تمام مخلوقات میں اس کو وہ مرتبہ عطا کیا کہ ہر اگلے دن ترقی کی حیرت انگیز منزلیں طے کرتا جارہا ہے لیکن وہ عقل جو عام انسانوں کو عطا ہوئی ہے، اس کا دائرہ محدود ہے اور خالق کائنات اور نظام کائنات لامحدود۔

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ محدود لامحدود کو اپنے دائرہ عمل میں لے لے، اس لیے جو ذات لامحدود ہے اس کے ادراک وعرفان کے لیے علوم انبیاء کی ضرورت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے وحی والہام کے ذریعہ ان کو عطا کیا ہے کہ وہ ماورائے عقل وگمان باتوں کی تعلیم سے قافلۂ انسانی کو اس رخ پر لے چلیں جس پر چل کر وہ عقل کی خام خیالی سے اپنے کو بچا سکتا ہے، علوم انبیاء کی مثال اور عام عقل انسانی کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص سونا تولنے کی ترازو سے یہ امید لگائے کہ اس سے پہاڑ تول سکتا ہے۔

لیکن اس سے یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی کہ کانٹا اپنی تول میں سچا نہیں، اسی طرح عقل کے حدود ہیں، جہاں اس کو ٹھہرنا پڑتا ہے وہ اپنے حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو بھی اپنے دائرہ عقل میں داخل کرلے بلکہ بقول ابن خلدون: ”بلکہ وہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے بے شمار ذرات میں سے ایک حقیر ذرہ ہے۔“

لہٰذا شارع علیہ السلام کے بتائے ہوئے عقیدہ اور عمل پر قائم رہنا ہی ہوشمندی ہے کیوں کہ وہ انسانوں کی بھلائی کے حریص ہیں اور انسانوں کے لیے نفع بخش چیزوں کو زیادہ جانتے ہیں، انسان کو اپنی حقیقت ومرتبہ اور اشرف المخلوقات ہونے کے منصب کو پہچاننے کے لیے انہیں کی تعلیمات کو اپنا نا پڑے گا، ان کی تعلیمات کے سامنے عقل کی ترازو سے اور اس کے دائرہ کار سے نکلے بغیر وہ اپنے اصل مقام کو نہیں پہچان سکتا ہے، جگر مرحوم نے اسی پس منظر میں کہا تھا:

نہیں جاتی کہاں تک عقل انسانی نہیں جاتی
مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی

اور اقبال مرحوم نے اس کو اس طرح ادا کیا ہے:

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

مگر جب دل ودماغ میں یہ بات رچ بس جائے کہ عزت ونیک نامی صرف جاہ ومنصب ہی سے حاصل ہوسکتی ہے اور زندگی کا مزہ صرف زمانہ اور سوسائٹی کی موافقت میں ہے، یہ وہ مادی منطق اور طرزِ استدلال ہے جو انسانی تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے، لہٰذا اس ذہنیت کے شکار اور ظاہری ترقی اور چمک دمک کے غلام یہ سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں کہ ان اسباب اور وسائل کے سوا جو حصول جاہ اور اونچی سوسائٹی کے تصرف میں نظر آتی ہیں، ایک سبب اور ہے وہ ہے ارادۂ الٰہی، جو مختلف اوقات میں ”وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ“ کی صورت میں اپنا جلوہ دکھاتا رہتا ہے، پھر بھی جو مسلمان موجودہ ماحول و تہذیب کی ظاہری چمک دمک پر فدا ہورہے ہیں اور اس سے دور رہنے والے اور بچنے والے مسلمانوں کو کمتر و ناعاقبت اندیش سمجھتے ہیں، ان کو سمجھانے اور دولت اسلام وایمان کی قدر و قیمت کو دو دو چار کی طرح بتانے کے لیے قرآن کریم سے بڑھ کر اور کون سی یقینی اور قطعی بات بیان کی جاسکتی ہے جس پر روشن خیال مسلمانوں کا بھی ایمان ہے، اس حقیقت کو قرآن سے بڑھ کر کیسے سمجھا جاسکتا ہے، ایسے لوگوں کو دھوکا یہ ہوتا ہے کہ آخر دوسری قومیں اسلام اور پیغمبر اسلام کی منکر ہوتے ہوئے کیوں ترقی کررہی ہیں؟ وجہ وہی ہے کہ وہ سونا تولنے کی ترازو سے پہاڑ تولنا

چاہتے ہیں، وہ عقل کے اس دائرہ سے باہر نکل کر اس ارشاد قرآنی پر غور کریں تو یہ دھوکا اور فکری خام خیالی دور ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَّبَنِيْنَ. نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ'' [مؤمنون]

یعنی کیا یہ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال واولاد دیتے چلے جاتے ہیں، تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں، نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔

یہ دھوکا عام وعالم گیر ہے، آج تک ہزاروں، لاکھوں مذہب اسی میں مبتلا ہیں، تکوینی عیش وراحت کو اپنی حقانیت ومقبولیت کی دلیل سمجھ رہے ہیں، حالانکہ نظام تکوینی میں قانون ربوبیت کے تحت سانپوں، بچھوؤں سبھی کی پرورش وکفالت ہوتی رہتی ہے۔

(تفسیر ماجدی)

ایک مسلمان کو جو معمولی سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہے، اس فریب عقل اور فکر کی خام خیالی سے قطعاً دھوکہ نہ کھانا چاہیے جس کو آیت بالا میں بہت کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔

ماحول کے اثر سے ہماری نئی نسل نہایت شک وتذبذب کا شکار ہے، اور قوموں کی ظاہری ترقی اور بے راہ روی کی زندگی سے دھوکا کھا کر ایمان واسلام کی دولت بے بہا سے دور ہوتی جارہی ہے، ہمیں ترقی سے نہیں روکا گیا ہے بلکہ ترقی کے غلط طریقوں اور ان کے غلط استعمال سے روکا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اس دنیا کے کاموں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہے۔''

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اصول کے مطابق دنیا داری ہی دین داری ہے، جن لوگوں نے دین میں غلو کی وجہ سے یہ سمجھا کہ تنہائی میں بیٹھ رہنا، کسی غار اور پہاڑ کے کھوہ میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرنا دین داری ہے، اور آل واولاد، دوست احباب، ماں باپ، قوم وملک اور خود اپنی آپ مدد، روزی روٹی، ضروریات زندگی کی فکر اور پرورش اولاد دنیاداری ہے، حالانکہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے حکم کے مطابق ان حقوق وفرائض کو بخوبی ادا کرنا عین دینداری اور عبادت ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ دین دنیا کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیا جھوٹ ودغا بازی، رشوت وچور بازاری سے حاصل کی جائے، دنیا حاصل کرنے کا یہ وہ طریقہ ہے جو لوٹ مار، قتل وغارت گری کی راہ پر لے جاتا ہے، اور باہمی پیار ومحبت، صاف ستھرا معاشرہ اور سوسائٹی، باہمی میل ملاپ سب اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، جو اس وقت ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں، لہٰذا اس طرح کی ترقی کو ترقی سمجھنا اور اس راہ پر چلنے اور بڑھنے والوں کو دیکھ کر دھوکا کھانے کے بجائے ایک بندۂ مؤمن کو اوپر ذکر کی گئی آیت شریفہ کو بار بار پڑھتے رہنا چاہیے اور اس حقیقت کو آئینہ کی طرح سامنے رکھے کہ اس طرح کی ترقی پانی کے بلبلے اور سمندر کے جھاگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، اقبال مرحوم نے اسی پس منظر میں کہا تھا:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

شُکر بصورت استغفار

ہمیں رمضان المبارک کے انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرنا چاہئے، اب شُکر کیسے ادا کرنا ہے؟ شُکر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ استغفار کیا جائے، کیونکہ شُکر کی تکمیل استغفار سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں، ہماری صلاحیتیں اور قابلیتیں اس بات سے جواب دے رہی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مکمل طور پر شُکر ادا کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے آسان تجویز کرتے ہوئے فرمایا:

''واستغفرہ انہ کان توابا'' استغفار کرلیجئے شُکر کی تکمیل ہوجائے گی۔

(ملفوظ:.... عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نوراللہ مرقدہ)

مرسلہ:... ابوفضالہ احمد خان

چاند اور سورج گرہن سے متعلق

قادیانی دھوکا!

مولانا عبدالحکیم نعمانی

قادیانی دارقطنی کی درج ذیل روایت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام مہدی آئے گا تو اس کے وقت میں چاند کی 13 کو چاند گرہن اور 27 تاریخ کو سورج گرہن لگے گا پس جب مرزا صاحب نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو اسی سال چاند اور سورج کو گرہن لگا تھا۔لہٰذا یہ اس بات کی نشانی ہے کہ مرزا صاحب ہی سچے امام مہدی ہیں۔ آئیے پہلے روایت اور اس کا ترجمہ دیکھتے ہیں پھر اس کا علمی تجزیہ کرتے ہیں:

”حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْإِصْطَخْرِيُّ‘ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَوْفَلٍ‘ ثنا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ، ثنا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: إِنَّ لِمَهْدِيِّنَا آيَتَيْنِ لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ، وَلَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ۔“

(سنن الدارقطنی، ج:2،صفحات 419 تا 420)

ترجمہ:”عمرو بن شمر (جعفی کوفی) نے جابر (بن یزید جعفی) سے اور اس نے ”محمد بن علی“ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ: ہمارے مہدی کی دو ایسی نشانیاں ہیں کہ جب سے زمین و آسمان بنے ہیں یہ دونوں کبھی واقع نہیں ہوئیں (پہلی نشانی) رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور (دوسری نشانی) رمضان کے نصف میں سورج گرہن ہوگا، اور یہ دونوں (گرہن) جب سے زمین و آسمان بنے ہیں کبھی نہیں لگے۔خود مرزا صاحب نے اس روایت کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ:

”فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانام ان الشمس تنکسف عند ظہور المہدی فی النصف من ہذہ الایام یعنی الثامن و العشرین قبل نصف النہار۔“(روحانی خزائن جلد8 صفحہ 209)

”پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سورج گرہن مہدی کے ظہور کے وقت ایام کسوف کے نصف میں ہوگا یعنی اٹھائیسویں تاریخ میں دوپہر کے وقت۔“

ایک اور جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

”فاعلموا ایہا الجہلاء و السفہاء ان ہذا حدیث من خاتم النبیین و خیر المرسلین وقد کتب فی الدارقطنی الذی مر علی تالیفہ ازید من الف سنۃ۔“

(روحانی خزائن، ج:8،ص:353)

ترجمہ:”اے جاہلو اور بے وقوفو! جان لو کہ یہ خاتم النبیین اور خیر المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث ہے جو دارقطنی نے لکھی ہے جس کی تالیف پر ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔“

مرزا صاحب اس روایت کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ:

”ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین و آسمان کی بنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی مامور اور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے۔“

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 132)

ایک اور جگہ یوں لکھا ہے کہ:”اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت یا نبوت کے وقت میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اسی پر دلالت کر رہے ہیں، اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں دونوں گرہن رمضان میں کبھی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔“

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 203)

مرزا صاحب کی تحریرات سے اس روایت کے بارے میں درج ذیل باتیں

ثابت ہوئیں:

1۔ دارقطنی میں موجود روایت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

2۔اگر کسی مدعی مہدویت کے دور میں یہ گرہن لگ جائے تو وہ سچا ثابت ہوگا۔

3۔ مرزا صاحب سے پہلے کسی مدعی مہدویت یا نبوت کے دور میں یہ گرہن نہیں لگا۔

4۔ چاند گرہن لگنے کی تاریخ چاند کی 13 اور سورج گرہن لگنے کی تاریخ چاند کی 28 ہے۔ قادیانیوں کے اس باطل استدلال کے بہت سے جوابات ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

جواب نمبر1:.... مرزا صاحب نے اس بات کو ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان'' لکھا، جبکہ دنیا کی کسی کتاب میں یہ ذکر نہیں کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، آج بھی جماعت مرزائیہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اسی ضد پر اڑی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جبکہ وہ خود جس کتاب کے حوالے سے یہ (جھوٹی) روایت پیش کرتے ہیں اس میں بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بلکہ کسی ''محمد بن علی'' نامی بزرگ کی طرف منسوب قول ہے (جماعت مرزائیہ کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اگر اس دعویٰ کو صحیح بھی فرض کرلیا جائے تو بھی یہ بات حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بن سکتی بلکہ امام باقرؒ تو صحابی بھی نہیں کہ یہ فرض کیا جائے کہ انہوں نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی)۔ لہٰذا اس قول کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر اس سے استدلال کرنا جہالت ہے۔

جواب نمبر2:.... مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ''جو روایت امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) کی شرط کے مخالف ہو وہ قابل قبول نہیں۔''

(روحانی خزائن، جلد17، صفحہ119 تا120)

اس کے علاوہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: ''میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں۔''

(روحانی خزائن جلد21 صفحہ356)

جب یہ روایت بخاری ومسلم میں بھی نہیں اور مہدی کے بارے میں تمام روایات مرزا صاحب کے نزدیک جھوٹی ہیں تو پھر ان ساری جھوٹی روایات میں یہ سچی روایت کیسے نکل آئی؟

جواب نمبر3:.... جو تاریخیں قادیانی حضرات بتاتے ہیں ان دو تاریخوں پر چاند اور سورج گرہن گزشتہ 1300 سال میں 60 دفعہ واقع ہوچکا ہے۔

(حدائق النجوم صفحہ702 تا707)

مطلب یہ کہ اس کو مرزا صاحب کے لئے خاص کرنا انتہائی بڑا دھوکا ہے۔

جواب نمبر4:.... ایران میں مرزا محمد علی باب نے 1260 ہجری میں مہدویت کا دعویٰ کیا اور اس کے سات سال بعد 1267 ہجری میں 13 رمضان کو چاند گرہن لگا اور 28 رمضان کو سورج گرہن لگا۔ (اسٹرونومی مؤلفہ مسٹر نارمن لوکیئر صفحہ102، ویوز آف دی گلوبز صفحہ263 تا276، حدائق النجوم صفحہ702 تا707)

اب اگر اسی نشانی کے مطابق کسی کو امام مہدی ماننا ہے تو مرزا محمد علی باب امام مہدی کیوں نہیں ہے؟

جواب نمبر5:.... 13 اور 28 کو گرہن کا ہونا ایک معمول کی بات ہے نہ کہ خلافِ معمول۔ جبکہ روایت کے الفاظ معمول سے ہٹ کے ہیں کہ یہ دونوں نشانیاں اس سے قبل واقع نہیں ہوئی ہوں گی۔ تو لازم ٹھہرا کہ چاند گرہن اپنا 12، 13، 14 والا معمول چھوڑ دے اور سورج اپنا 27، 28، 29 والا معمول چھوڑ دے۔ لیکن چاند اور سورج کا اپنا معمول نہ چھوڑنا اس بات کی نشانی ہے کہ مرزا صاحب اس روایت میں بتائی گئی نشانی پر پورا نہیں اترے۔

جواب نمبر6:.... اس روایت کے عربی الفاظ میں صاف طور پر یہ بیان ہے کہ ''چاند گرہن رمضان کی پہلی رات کو ''لِاَوَّلِ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ'' اور سورج گرہن ماہ رمضان کے نصف ''وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْهُ'' میں لگے گا، اور واقعی رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور ماہ رمضان کے نصف میں سورج گرہن آج تک نہیں لگا۔ اگر یہ چاند اور سورج کو گرہن لگنا مرزا صاحب کی سچائی کا نشان ہوتا تو اس گرہن کو رمضان کی یکم اور 13 تاریخ کو لگنا چاہیے تھا جبکہ مرزا صاحب کے وقت رمضان کی 13 اور 28 تاریخ کو گرہن لگا تھا۔ مزید غور کریں تو سمجھ آئے گی کہ تین دنوں کے درمیان کو نصف نہیں کہتے بلکہ اسے وسط

کہتے ہیں، حدیث شریف میں نصف کا لفظ ہے اس سے مراد مہینے کا نصف ہے۔ النصف مِنہُ کی ضمیر کا مرجع رمضان ہے جو پہلے کلام میں مذکور ہے مگر قادیانی اس ضمیر کو نامعلوم اور غیر مذکور چیز کی طرف لوٹاتے ہیں۔ یہاں قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی تاریخ کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے نہ کہ قمر۔ اگر پہلی رمضان کا چاند مراد ہوتا تو حدیث میں لفظ ہلال ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی شب سے لے کر آخری شب تک کے چاند کو عربی میں قمر کہتے ہیں صرف چاند کے مختلف اوقات مختلف حالتوں اور مختلف صفات کے لحاظ سے کبھی اسی قمر کو ہلال اور کبھی بدر کہا جاتا ہے لیکن ہوتا وہ بھی قمر ہی ہے۔ آسان لفظوں میں ایسے سمجھیں کہ قمر کا اردو ترجمہ ہے ’’چاند‘‘ اور جس طرح اردو میں پہلی رات سے آخری رات تک کے چاند کو چاند ہی کہتے ہیں اسی طرح عربی میں پورے مہینے کے چاند کا اصلی نام ’’قمر‘‘ ہی ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ‘‘ اور چاند ہے کہ ہم نے اس کی منزلیں ناپ تول کر مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ جب (ان منزلوں کے دورے سے) سے لوٹ کر آتا ہے تو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا) ہو کر رہ جاتا ہے۔‘‘ (سورہ یٰسین:39)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ’’هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ‘‘ اور اللہ وہی ہے جس نے سورج کو سراپا روشنی بنایا اور چاند کو سراپا نور، اور اس کے (سفر) کے لئے منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم کر سکو۔ (سورہ یونس:5)

ان دونوں آیات میں پورے مہینے کے چاند پر قمر کا لفظ بولا گیا ہے خواہ وہ پہلی رات کا چاند ہو یا کسی دوسری تاریخ کا، یہی بات ائمہ لغت نے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ مشہور لغت کی کتاب ’’تاج العروس من جواھر القاموس‘‘ میں لکھا ہے: ’’الهِلالُ بالكَسرِ غُرَّةُ القَمَرِ ‘‘ ہلال کہتے ہیں قمر کی ابتدائی صورت کو، آگے لکھا ہے: ’’يُسَمَّى القَمَرُ لِلَيلَتَينِ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ هِلَالًا‘‘ قمر کا نام مہینے کی پہلی دو راتوں تک ہلال رکھا گیا ہے۔ (تاج العروس من جواھر القاموس، جلد 31 صفحہ 144)

آپ نے دیکھا کہ صاف طور پر لکھا ہے کہ ہلال ’’قمر‘‘ کا ہی نام ہے، اگر مرزا صاحب کی یہ جاہلانہ منطق ایک منٹ کے لئے تسلیم بھی کر لی جائے کہ ’’قمر‘‘ کا اطلاق مہینے کی شروع کی تین راتوں یا سات راتوں کے بعد والے چاند پر ہوتا ہے تو پھر بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ چاند گرہن رمضان کی تیرھویں رات کو ہوگا کیونکہ اس جھوٹی روایت میں الفاظ ہیں: ’’يَنْخَسِفُ القَمَرُ لِأَوَّلِ لَيلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ‘‘ جس کا ترجمہ ہے کہ: ’’قمر رمضان کی پہلی رات میں گرہن ہوگا۔‘‘ تو مرزا صاحب کی منطق کے مطابق بھی ’’قمر‘‘ کی پہلی رات چوتھی یا آٹھویں شب ہے تو کیا مرزا صاحب کی زندگی میں رمضان کی چوتھی یا آٹھویں شب کو چاند گرہن ہوا؟ اور مرزا صاحب نے ’’تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ‘‘ کے بارے میں نہیں بتایا کہ ’’شمس‘‘ یعنی سورج کا اطلاق بھی صرف قمری مہینہ کی 27، 28 اور 29 تاریخ کے سورج پر ہی ہوتا ہے یا مہینہ کے نصف اور 14 اور 15 تاریخ کو نکلنے والے سورج کو بھی ’’شمس‘‘ ہی کہتے ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے واضح فرمادیا کہ چاند کی ہر منزل پر اس کا نام قمر ہے حتیٰ کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہو جائے یعنی پہلی رات کا چاند ہو پھر بھی اس کا نام قمر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ روایت کے مطابق بھی مرزا صاحب کے وقت میں گرہن نہیں لگا تھا لہٰذا مرزا صاحب دعویٰ مہدویت میں اپنے اصول کے مطابق کذاب ہیں۔

جواب نمبر 7:.... مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ: ’’ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین و آسمان کی بنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی مامور اور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے۔‘‘ (روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 132)

ایک اور جگہ مرزا صاحب نے یوں لکھا ہے کہ ’’اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت یا نبوت کے وقت میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اسی پر دلالت کر رہے ہیں، اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں

دونوں گرہن رمضان میں کبھی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔‘‘(روحانی خزائن جلد22 صفحہ203)

مرزا صاحب کے حوالہ جات سے پتہ چلا کہ یہ چاند اور سورج کو گرہن لگنے کا نشان کسی بھی ایسے وقت میں نہیں ہوا کہ جب کوئی مامور، مرسل یا نبی کا دعویٰ کرنے والا موجود ہو۔اصل بات یہ ہے کہ اس روایت میں دوبار یہ ذکر ہے کہ ’’ایسا گرہن جب سے زمین و آسمان بنے ہیں کبھی نہیں لگا‘‘ یہاں ہرگز ایسا کوئی ذکر نہیں کہ ’’کسی مدعی مہدویت کے زمانے میں ایسا چاند یا سورج گرہن نہیں لگا‘‘ بلکہ مطلقاً ایسا گرہن نہ لگنے کا ذکر ہے،اور جیسا گرہن مرزا صاحب کی زندگی میں بتایا جاتا ہے ویسا گرہن مرزا صاحب سے پہلے کئی بار لگ چکا ہے اور مرزا صاحب کے بعد بھی جب تک یہ نظامِ فلکی موجود ہے لگتا رہے گا۔ اور مزے کی بات سنہ 1851ء بمطابق 1267ھ میں جب مرزا صاحب کی عمر ابھی گیارہ یا بارہ سال تھی رمضان المبارک کی انہی تاریخوں میں یعنی 13 رمضان کو چاند گرہن اور 28 رمضان کو سورج گرہن لگا تھا اور اس وقت ’’محمد احمد سوڈانی‘‘ موجود تھا جس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔اگر اس روایت سے مرزا صاحب کے مفہوم کے مطابق یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ گرہن کسی بھی امام مہدی کا دعویٰ کرنے والے کے دور میں نہیں لگا تو مرزا صاحب پھر بھی کذاب ثابت ہوتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب سے پہلے امام مہدی ہونے کے دعویدار ’’محمد احمد سوڈانی‘‘ کے دور میں بھی یہ گرہن لگ چکا ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا بنایا گیا مفہوم بھی غلط ہے اور ان کا امام مہدی ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔

جواب نمبر 8:.... اس جھوٹی روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ ’’جب سے زمین و آسمان بنے ہیں یہ نشان کسی مامور، مرسل اور نبی یا کسی مدعی نبوت و رسالت کے لئے ظہور میں نہیں آئے‘‘ بلکہ روایت کے الفاظ کا ترجمہ صرف یہ ہے کہ ’’جب سے زمین و آسمان کی پیدائش ہوئی ہے ایسا چاند گرہن اور سورج گرہن کبھی نہیں ہوا‘‘ اس میں نہ مامور کا کوئی ذکر اور نہ مدعی نبوت و رسالت کا لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا صاحب کا دعوائے مہدویت دراصل مرزا صاحب کا دعوائے نبوت و رسالت بھی تھا؟ کیا مرزا صاحب کی یہ بات سچ ہے کہ جب ان کے مطابق رمضان المبارک سنہ 1894ء میں سورج اور چاند گرہن ہوئے تو اس وقت تک مرزا صاحب نبوت و رسالت کا دعویٰ کر چکے تھے؟ کیونکہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مدعی نبوت و رسالت کے وقت میں بھی کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے؟

ہرگز نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے اس کے تین سال بعد جنوری 1897ء میں مولوی غلام دستگیر صاحب کے جواب میں ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں لکھا کہ:

’’ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔‘‘

تین سطروں کے بعد آگے لکھا: ’’غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف سے بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد2 صفحہ2)

(جاری ہے)

سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت وعقیدت

سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت وعقیدت ایمان کی علامت ہے اور آپ سے بغض و عداوت نفاق کی علامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی مضمون ایک روایت میں بیان فرمایا ہے۔ارشادگرامی ہے:

’’حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ نہیں محبت کرے گا مجھ سے مگر مومن ہی اور نہیں نفرت کرے گا مجھ سے مگر منافق ہی۔‘‘(ابن ماجہ:۸۴)

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ:

’’حضرت ابوبکر، جنت میں ہیں، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین جنت میں ہیں۔‘‘(اسدالغابۃ،ج:۳،ص:۴۸۳)

مذکورہ روایت خلفائے راشدین کی فضیلت واولیت پر دال ہے،غرض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں،جن کا احاطہ دشوار ہے۔

غزوۂ بدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمتِ عملی

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

گزشتہ سے پیوستہ

رسولِ اکرم ﷺ مدینے سے نکل چکے تھے اور فوجی فراست کی بدولت مدینے کے شمال کی جانب جانے کی بجائے جنوب کی جانب جاتے ہیں تاکہ دشمن کے پہنچنے سے پہلے کسی محفوظ مقام پر پہنچ پائیں، جہاں دشمن کو روکنا ممکن ہو۔ اس کے لیے بدر کا مقام منتخب کیا گیا۔ یہ مقام بلند پہاڑیوں کے درمیان تنگ وادیوں سے گزرتا ہے، اس لیے نسبتاً آسانی کے ساتھ یہ ممکن تھا کہ مسلمان ایک ایسے مقام پر قیام کریں، جہاں تنگ راستہ ہو، وہ پہاڑوں میں چُھپے رہیں، دشمن بے خبری میں آئے اور وہ اس پر چھاپہ مار سکیں۔ (ایضاً،ص:29)

اِن حالات میں تمام حربی، عسکری اور دفاعی امور پر بھرپور توجہ دی گئی، یہاں تک کہ رسولِ کریم ﷺ نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں تک اُتارنے کا حکم دیا، معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ کام فوج کی نقل وحرکت کو مخفی رکھنے کے لیے کیا تھا، کیوں کہ اونٹوں کے چلنے سے گھنٹیوں سے بلند آواز نکلتی ہے، جس سے دشمن کو فوج کی جگہ معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دشمن کے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھی بھیجے۔

(محمد احمد باشمی/غزوۂ بدر، مترجم اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1986ء، ص140)

موجودہ دَور میں انہیں انٹیلی جینس یا حالات معلوم کرنے کے آلات کہا جاتا ہے، انٹیلی جینس کے افرادِ فوج کے آگے اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہیں، ان میں سے ایک بسبس بن عمرو جہنی اور دوسرے عدی بن ابی الزغبا تھے۔ یہ دونوں پہلے اشخاص تھے، جنہیں رسولِ کریم ﷺ نے بدر کی جانب ابو سفیان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ (ایضاً، ص:140)

رسولِ کریم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے بدر کے ایک اندرونی حصّے کا انتخاب کیا، جہاں کنواں تھا۔

اس میں یہ مصلحت پیشِ نظر رکھی گئی کہ کفّارِ مکّہ بدر آئیں گے، تو انہیں بھی پانی کی ضرورت ہوگی اور پانی کا صرف ایک کنواں تھا، اگر وہ مسلمانوں کے قبضے میں رہے گا، تو دشمن یہاں آئے گا، اِس طرح دشمن پر جنگی نقطۂ نظر سے فوقیت حاصل ہوگی۔ بعض صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے ایک گڑھا بھی کھودا گیا، جس میں وافر مقدار میں پانی ذخیرہ کیا

رمضان کے ناقدروں کو رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ

اس مبارک مہینہ کی ناقدری کرنے والے کو کبھی حضرت جبرئیلؑ نے اس طرح بددعا دی: ''ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، کبھی آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: بدبخت ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں بھی بارانِ رحمت سے محروم رہا۔ (کنزالعمال، حدیث نمبر: ۲۳۶۹۳)، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی تو پھر کب ہوگی! (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۸۹۶۳)، رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی جو لوگ گناہوں میں ملوث رہتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ کے نبی کی وعید ہے کہ اگلے ایک سال تک فرشتے ان پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (کنزالعمال، حدیث نمبر: ۲۳۷۰۴)، ایک روایت میں اللہ کے نبی کا فرمان ہے: میری امت اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوسکتی، جب تک وہ روزوں کا اہتمام کرتی رہے۔ (کنزالعمال، حدیث نمبر: ۲۳۷۰۱) کہیں رمضان کے ناقدروں کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگ بھوکے پیاسے رہیں۔ یعنی اللہ کے یہاں ان کے اس عمل کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔

گیا۔اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ دورانِ جنگ کسی کو پیاس لگے، تو اس دوران گہرے کنویں سے پانی نکالنے اور پینے میں دقت ہوگی، اس دوران دشمن حملہ آور ہو تو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

لہٰذا، مناسب ہوگا کہ ایک گڑھا ہو، جس میں پانی بھر دیا جائے اور سپاہی وہاں پہنچ کر فوراً چلّو سے پانی پی لیں۔ دشمن اگر یہاں آئے اور پانی پینا چاہے، تو اس کی نگرانی کے لیے کچھ لوگ یہاں متعین رہیں، گو کہ آج یہ تدبیریں معمولی محسوس ہوتی ہیں، لیکن اُس زمانے میں فوجی اور دفاعی نقطۂ نظر سے نہایت کارآمد ثابت ہوئیں۔ (ایضاً، ص:32)

اِس اثنا میں دشمن کی مکے سے آنے والی فوج ابوجہل کی سرداری میں وہاں پہنچ گئی۔ دشمن کی فوج کی تعداد جاننے کے لیے ایک نگراں دستہ (پٹرول) بھیجا گیا۔ اس نے دشمن کی فوج کے دو آدمیوں کو گرفتار کر کے رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ نے ان سے سوالات کیے، وہاں بھی دو باتیں ایسی نظر آتی ہیں کہ جو فوجی اور عسکری لحاظ سے انتہائی دلچسپ اور بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ ’’تم کون ہو؟‘‘ اُنھوں نے جواب دیا: ’’ہم مکے سے آنے والی فوج کے سپاہی ہیں۔‘‘ پھر آپؐ نے ایک دل چسپ سوال یہ کیا کہ ’’تم لوگوں کی غذا کے لیے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟‘‘ اُنھوں نے جواب دیا ’’ایک دن نو اور ایک دن دس۔‘‘ یہ سُن کر حضور اکرم ﷺ نے فوراً یہ استنباط کیا کہ ان کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہوگی، کیوں کہ ایک اونٹ ایک سو افراد کی ایک دن کی غذا کے لیے کافی ہوتا ہے۔ (ایضاً، ص:32)

ایک سوال اُن سے یہ کیا گیا کہ فوج میں کون کون سے نام وَر سردار موجود ہیں؟ اِس سوال سے غالباً آپؐ یہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ جنگ کے وقت فوج کی کمان کون کون کرے گا، میمنہ میں کون ہوگا، میسرہ میں کون ہوگا، مختلف مقامات پر کون کون ہوسکتا ہے؟ قصّہ مختصر، غزوۂ بدر کی تفصیلات پر غور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں ماہرینِ حرب نے صدیوں کی تاریخ سامنے رکھ کر جنگ کے جو بنیادی اصول وضع کیے ہیں، اُن پر پیغمبرِ اسلام ﷺ پہلے ہی عمل کر چکے تھے۔

❁❁..........❁❁

سیّد سلمان گیلانیؒ نے شاعری سے ختم نبوت کے پیغام کو عام کیا

لاہور.....عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، پیر رضوان نفیس، مولانا عبدالنعیم، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مولانا خالد محمود، مولانا سمیع اللہ نے شاعر ختم نبوت سیّد سلمان گیلانی کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ شاہ جی عظیم نعت گوشاعر تھے، انہوں نے اپنے شاعری کے ذریعہ تحفظ ختم نبوت کے پیغام کو دنیا بھر میں پہنچایا، اپنے اشعار سے محبت رسول کو عام کیا۔ شاہ جی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام کی زینت بنتے تھے۔ سید سلمان گیلانی کی رحلت سے نظریاتی شاعری کا ایک باب بند ہوگیا۔ مرحوم کی آواز باطل قوتوں کے خلاف توانا صدا تھی، سید سلمان گیلانی نے قلم کے ذریعے دینی وقومی جدوجہد کو جلا بخشی۔ شاہ جی نے اپنے والد مرحوم سید امین گیلانیؒ کی روایت کو برقرار رکھا، مرحوم کی شاعری مظلوم طبقات کی ترجمانی کرتی تھی۔ سید سلمان گیلانی نظریاتی استقامت اور فکری بیداری کی علامت تھے، سید سلمان گیلانی کی وفات سے قومی و دینی حلقوں میں گہرا خلا پیدا ہوگیا۔ سید سلمان گیلانیؒ کی وفات سے خلوص اور وفا کا ایک عہد تمام ہوا۔ آپ اپنے والد ماجد سید امین گیلانیؒ کی طرز پر ہمیشہ اپنے مشن اور کاز کے ساتھ مخلص رہے۔ بلا مبالغہ آپ نے ساری زندگی ختم نبوت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ پاک اس مبارک کاز پر کی جانے والی تمام خدمات کو قبول فرمائے۔ نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ آپ کی وفات سے ہم ایک رفیق سفر سے محروم ہو گئے۔ آپ کی رفاقت، کلام، شاعری، طنز ومزاح اور سوز و گداز مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے گراں قدر سرمایہ تھے۔ اللہ کریم سید سلمان گیلانیؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور اعلیٰ علیین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

MUFTI ABUL QASIM NOMANI
MOHTAMIM (VC) DARUL ULOOM DEOBAND
PIN: 247554, (U.P) INDIA

المفتي أبو القاسم النعماني
رئيس الجامعة الإسلامية دار العلوم ديوبند، الهند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ذمہ دارانِ مدارس، ائمہ مساجد واراکین مجالس تحفظ ختم نبوت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ تمام حضرات کی توجہ ایک اہم اور حساس مسئلے کی طرف مبذول کرانی ہے کہ اس وقت مختلف ارتدادی فتنے خطرناک طریقے پر رونما ہو چکے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب کا شکار کرتے ہوئے ان کے ایمان کو برباد کر رہے ہیں، انھیں میں شکیل بن حنیف اور گوہر شاہی کا فتنہ بھی ہے۔

باوثوق ذرائع سے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ اس وقت ملک کے مختلف علاقوں میں گوہر شاہی اور شکیلی فتنے کے پیروکار بڑی تندہی کے ساتھ اپنا جال پھیلاتے نظر آرہے ہیں، یہاں تک کہ بعض دین دار گھرانے تک ان فتنوں کا شکار ہوتے جا رہے ہیں، ہم سب جانتے ہیں کہ عقیدہ وایمان سب سے مقدم اور سب سے اہم سرمایہ ہے، اعمال کا درجہ اس کے بعد کا ہے، ایمان ہی محفوظ نہ رہا تو پھر سارے اعمال برباد اور ناقابل قبول ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا آپ تمام حضرات سے گذارش ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر اپنی اپنی مساجد ودینی مجالس میں، اسی طرح جمعہ کے بیانات اور تفسیر ومسائل کے مواقع اور اعتکاف کے موقع پر فضائل ومسائل کے ساتھ دین کے بنیادی عقائد، توحید، رسالت وختم نبوت، آخرت، اسی طرح علامات قیامت میں ظہورِ مہدی، نزولِ مسیح اور خروجِ دجال سے متعلق ضروری باتیں پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں تاکہ لوگ ان عقائد صحیحہ سے واقف ہو کر اپنے آپ کو اس طرح کے فتنوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ دیگر ایام کی طرح ماہ مبارک میں بھی اپنی ''مجالس تحفظ ختم نبوت'' کو مزید فعال اور مؤثر بناتے ہوئے ایمان کے ان لٹیروں سے اپنے گھر، خاندان اور جملہ متعلقین کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش فرمائیں۔ واللہ المستعان

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
۲۶؍شعبان ۱۴۴۷ھ
۱۵؍فروری ۲۰۲۶ء

nomani1947@gmail.com +91 97208 19131

REGD. SS. 160

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجیے

اپیل کنندگان

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کئے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس ...... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن۔

☆ چناب نگر شعبہ کتب...... شعبہ میٹرک، ایف اے...... ماہنامہ لولاک ملتان...... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں...... تحریک ختم نبوت 10 جلدیں ...... محاسبہ قادیانیت 37 جلدیں

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر...... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک...... ہفت روزہ ختم نبوت...... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

اکاؤنٹ نمبرز

00380038-01034640 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان

01127-01010015785 مسلم کمرشل بنک ملتان

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خان خاکوانی صاحب حفظہ اللہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

صاحبزادہ پیر طریقت مخدوم العلماء حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب حفظہ اللہ ولی ابن ولی
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

استاذ العلماء جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب حفظہ اللہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب مدظلہ العالی
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

علاقائی مراکز کے فون نمبرز											
اسلام آباد 0334-5082180	لاہور 0300-4304277 0300-4981840	کراچی 021 32780337	راولپنڈی 0304-7520844	سیالکوٹ 0300-7442857	گوجرانوالہ 0302-5152137	چناب نگر 0301-6395200	سرگودھا 0301-6361561	جھنگ 0300-7832358	خانیوال 0301-7819466	ساہیوال 0303-2453878	
ڈیرہ غازیخان 0306-7817525	بہاولپور 0300-6851586	میرپورخاص 0334-3463200	رحیم یارخان 0301-7659790 0301-9825812	سکھر 0302-3623805	اوکاڑہ قصور 0300-6950984	فیصل آباد 0301-7224794	حیدرآباد 0300-8775697	شیخوپورہ 0309-7064784	کوئٹہ 0331-3064596 0312-8987971	گجرات منڈی بہاؤالدین 0300-8032577	بہاولنگر 0333-6309355 0300-8823051